حضرت عثمانؓ کی سرکاری خطوط

ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب اُستاذ ادبیات عربی - دلّی یونیورسٹی

(۳)

۱۵۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کے نام

اسلام سے پہلے ابو موسیٰ اشعری تجارت کرتے تھے، اور بحر قلزم کے ساحلی مقامات، جزیروں اور ملک حبش کا سفر بھی کر چکے تھے، سیاحت اور تجارت سے ان کا ذہنی افق وسیع ہو گیا تھا اور دنیوی معاملات کی سوجھ بوجھ پیدا ہو گئی تھی، سنہ ۱۰ھ میں رسول اللہؐ نے اُن کو یمن کے چند ضلعوں میں اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا، اور عمر فاروقؓ نے ۱۷ھ میں ان کو بصرہ کا گورنر مقرر کیا، ۱۷ھ سے ۲۳ھ تک جب عمر فاروقؓ کا انتقال ہوا وہ اسی عہدہ پر فائز رہے اور اس اثنار میں کئی بار فوجیں لیکر خوزستان اور فارس میں فتوحات کے لئے بھی گئے، چونکہ پُرانے تجربہ کار اور کارگذار صحابی تھے، عثمان غنیؓ نے خلیفہ ہو کر اُن کو برقرار رکھا اور ۲۴ھ سے ۲۹ھ تک وہ حکومت بصرہ کے سربراہ رہے۔ ۲۹ھ میں خوزستان کے کُردوں نے بغاوت کی تو انھوں نے جہاد کا اعلان کر دیا اور بصریوں کو پا پیادہ اس مہم پر جا کر عند اللہ ماجور ہونے کی ترغیب دی، اُن میں سے کچھ بخوشی اور کچھ بادل ناخواستہ پیدل جانے پر راضی ہو گئے لیکن چلتے وقت جب انھوں نے دیکھا کہ گورنر کا سامان چالیس خچروں پر لدا ہوا ہے تو وہ بہت برہم ہوئے اُن کی طرف سے ایک گروہ کے دل میں پہلے ہی سے کدورت موجود تھی، یہ لوگ ایک وفد لیکر عثمان غنیؓ کے پاس گئے اور کہا: "ابو موسیٰ کو معزول کر دیجئے ہم اُن سے عاجز آ گئے ہیں، یہ بڑے کنبہ پرور اور قبیلہ نواز ہیں" وفد کی خواہش تھی کہ کوئی جوان گورنر بنے تاکہ اس کو اپنے

اثر میں رکھ سکیں اور وہ حکومت کے معاملات میں اُن کا دستِ نگر رہے، عثمان غنیؓ نے اُن کی عرضداشت منظور کی اور عبدالرحمٰن بن عامر کو گورنر مقرر کیا، عبداللہ پچاس سالہ جوان اور عثمان غنیؓ کے ماموزاد بھائی تھے، یہ کوئی بڑے مدبّر تو نہ تھے لیکن ان کے مزاج میں نرمی اور فیاضی بے حد تھی اور یہ وہ صفات تھے جن کو عربوں میں بڑی مقبولیت حاصل تھی۔ اس موقع پر عثمان غنیؓ نے ابو موسیٰ اشعری کو یہ مراسلہ بھیجا:۔

"میں تم کو نا اہلی اور بددیانتی کی وجہ سے برطرف نہیں کر رہا ہوں، مجھے معلوم ہے کہ تم کو رسول اللہؐ، اُن کے بعد ابوبکرؓ اور پھر عمرؓ نے عہدے دیئے تھے، میں تمہاری اعلیٰ خدمات سے واقف ہوں، مجھے اس بات کا بھی پورا شعور ہے کہ تمہارا تعلق مہاجرین اولین میں سے ہے، تم کو ہٹانے کی وجہ یہ ہے کہ میں عبداللہ بن عامر سے اپنا رشتہ نبھاہنا چاہتا ہوں، میں نے اُن سے کہدیا ہے کہ وہاں پہونچکر تم کو پندرہ ہزار روپیہ کا عطیہ دیں۔"

اس خط کو پڑھ کر قارئین حیران ہوں گے کیونکہ اس میں اور اس کے مقدمہ میں کھلا ہوا تناقض ہے، مقدمہ میں ابو موسیٰ اشعریؓ کی برطرفی کا سبب اہلِ بصرہ کی شکایت بتائی گئی ہے اور خط میں قرابت داری کو اس کا محرک قرار دیا گیا ہے، تناقض کی وجہ یہ ہے کہ خط اور مقدمہ کے راوی اور ماخذ الگ الگ ہیں، اور جیسا کہ قارئین کو معلوم ہے اختلافِ رُواۃ سے عربی تاریخ و حدیث میں ایک ہی مضمون کبھی اپنے لفظ اور اسلوب، کبھی تفصیلات، اور کبھی مرکزی خیال میں بدلجاتا ہے، مقدمہ ابن جریر طبری نے اپنی تاریخ میں بیان کیا ہے اور خط ابن سعد نے طبقات میں، ہمارا خیال ہے کہ ابو موسیٰ اشعریؓ کی معزولی کا سبب وفد بصرہ کی شکایت ہی تھی رہا خط تو اس میں غالباً راویوں نے سہواً یا قصداً تصرف کیا ہے (تاریخ الامم ابن جریر طبری ۵/ ۵۹-۶۰ء و طبقات ابن سعد ۵/ ۳۱)

۱۶۔ عبداللہ بن عامرؓ کے نام

عثمان غنیؓ کے عہد میں پہلی بار دنیائے اسلام میں مہمان خانے قائم ہوئے، عراق، شام

اور جنوبی مغربی ایران میں فتوحات کے بعد امن و قرار کا ماحول پیدا ہوگیا تھا اور مسلم و غیر مسلم ایک جگہ سے دوسری جگہ بسلسلہ تجارت و ملاقات آنے جانے لگے تھے، ان لوگوں میں بہت سے ایسے تھے جن کے عزیز یا ہم قبیلہ پردیسیوں میں پہلے سے آباد تھے اور یہ لوگ اُن کے ہاں قیام کیا کرتے لیکن ایسے افراد کی تعداد بھی کم نہ تھی جن کا پردیسیوں میں کوئی رشتہ دار یا دوست شناسا نہ ہوتا، ان لوگوں کو وہاں پہونچکر خوب پریشانی اُٹھانا پڑتی مہمان خانوں کی ابتدا ہمارے مؤرخوں نے اس طرح بیان کی ہے کہ کوفہ میں جب کوئی قافلہ آتا تو وہاں کے کچھ خیر اندیش لوگ منادی کراتے کہ جن لوگوں کے عزیز و اقارب نہ ہوں وہ ہمارے ہاں آکر ٹھیریں، ان لوگوں نے شہر میں کئی جگہ مکان لے لئے تھے جہاں پردیسیوں کو ٹھیرایا جاتا تھا، یہ ۳۰ھ کے لگ بھگ کا واقعہ ہے، عثمان غنی کو جب معلوم ہوا کہ کوفہ میں مہمان خانے کھولے گئے ہیں تو اُن کو یہ اقدام پسند آیا، اور انھوں نے مدینہ کے مسافروں اور سرکاری عملہ کے لئے اکثر صدر مقاموں میں ڈاک بنگلے بنوا دیئے۔ ذیل کا خط اسی موضوع پر ہے۔

" بصرہ میں ایک مہمان خانہ بنواؤ جس میں مدینہ کے مسافر اور ہمارے موالی (جو تجارت وغیرہ کے لئے جاتے ہیں) قیام کرسکیں۔"

یہ حکم پاکر ابن عامر نے جن کو رفاہی کاموں سے خاص دلچسپی تھی، ایک ہی جگہ آمنے سامنے دو مہمان خانے بنوائے جن میں سے ایک کا نام قصرِ عثمان تھا اور دوسرے کا قصرِ رملہ۔

(معجم البلدان یاقوت مصر ۷/۹۸)

۱۷- عبد اللہ بن مسعودؓ کے نام

ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ کے عہد میں جزیرہ نمائے عرب کے ہزاروں دیہاتی فوج میں بھرتی ہوگئے تھے، عمر فاروقؓ کے زمانہ میں یہ لوگ عراق و شام فتح کرکے بصرہ اور کوفہ میں آباد ہوگئے، جب کہیں بغاوت ہوتی یا نئی فتح کے لئے فوج بھیجی جاتی تو یہ لوگ باری

باری سے جایا کرتے۔ لیکن زیادہ تر ان کو فرصت ہی رہتی، حکومت کی طرف سے ان کا راشن اور تنخواہ مقرر تھی۔ فرصت اور فراغبالی انسان کے دوست نما دشمن ہیں، ان کو پاکر کچھ لوگ عیاش ہوجاتے ہیں اور کچھ مفسد، اجتماعی صلاح و توازن کے لئے فراغبالی کے ساتھ فرصت کا جوڑ اکثر مضر ثابت ہوتا ہے جیسا کہ عربوں کے معاملہ میں ہوا عثمان غنیؓ کے خلاف جو تحریک اُٹھی وہ فراغبالی کے ساتھ فرصت ہی کی مرہون تھی، رسول اللہؐ جو یہ نکتہ سمجھتے تھے کبھی کبھی اپنے ساتھیوں سے فرماتے کہ میں آپ کے فقر سے زیادہ آپ کی خوش حالی سے خائف ہوں اور جب وہ حیرانی سے پوچھتے یہ کیوں تو آپ فرماتے: اس لئے کہ خوشحالی آتے ہی آپ ہی آپس میں لڑنے لگیں گے"۔ فرصت کے اوقات میں بصرہ اور کوفہ کے فوجی عرب اکثر ٹولیاں بنا کر مل بیٹھتے اور حالاتِ حاضرہ پر گفتگو، تبصرہ اور نقد کیا کرتے۔ یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ یمامہ کے قبیلہ بنو حنیفہ کا ایک لیڈر مُسیلمہ تھا جو رسول اللہؐ کے مقابلہ میں نبی بن بیٹھا تھا اور جس کی نبوت بنو حنیفہ نے تسلیم کرلی تھی، یہ لوگ ابوبکر صدیق کے زمانہ میں اس جوش اور لگن سے لڑے تھے کہ اسلامی فوج کا بیشتر حصّہ مارا گیا تھا، بنو حنیفہ مسلمان ہوگئے تھے لیکن اُن میں ایسے افراد اب تک موجود تھے جو مسیلمہ کو عقیدت کی نظر سے دیکھتے تھے، عبداللہ بن مسعود کو جو کوفہ میں سرکاری معلّم اور مبشر قانون تھے معلوم ہوا کہ بنو حنیفہ کی ایک جماعت مُسیلمہ کے مناقب بیان کرتی ہے اور اُس کی نبوت کی معترف ہے، انھوں نے اس گروہ کو گرفتار کرلیا اور مرکز سے ان کی شکایت کی تو یہ فرمان آیا:

"ان لوگوں کو دینِ اسلام اور کلمۂ شہادت کی دعوت دو، جو اس دعوت کو مان لے اور مسیلمہ کی نبوّت سے توبہ کرلے اس کو چھوڑ دو اور جو ایسا نہ کرے اور مسیلمہ کا قائل رہے اس کو قتل کردو۔" (سنن کبری بیہقی ۸/۲۰۱ و کنز العمال ۱/۷۹ ... تھوڑے فرق کے ساتھ)

۱۸۔ اکابر کوفہ کے نام

آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ولید بن عقبہؓ کی گورنری کوفہ کے زمانہ میں شہر کے چند نوجوانوں نے ایک شخص کے گھر میں نقب لگا کر اس کو قتل کر دیا تھا، اور عثمان غنیؓ نے ان کو سزائے موت

دی تھی جس کے نتیجہ میں اُن کے عزیز، احباب اور ہم قبیلہ ولید اور عثمان غنیؓ کے دشمن ہو گئے تھے اور اُن سے انتقام لینا چاہتے تھے، ولید جیساکہ ہم لکھ چکے ہیں تجربہ کار اور لائق حاکم تھے، انھوں نے وزیر ہو کر رواداری اور بے تعصبی سے حکومت کی اور خاص و عام سب کو خوش رکھنے کی کوشش کی، تمام لوگ ان کے حسنِ سلوک سے خوش رہے لیکن بہت سے اکابر شہر ان سے کبیدہ خاطر ہو گئے، اس کے چند در چند اسباب تھے۔ مثلاً ایک سبب یہ تھا کہ اُنھوں نے کسی ایک طبقہ، گروہ یا قبیلہ کو اپنے دربار میں مخصوص اعزاز بار رعایت نہیں دی تھی دوسری وجہ یہ تھی کہ انھوں نے سرکاری آمدنی میں غلاموں اور لونڈیوں کا بھی حصّہ مقرر کر دیا اور تیسری وجہ یہ تھی کہ بڑے چھوٹے سب کو اُن سے ملنے کی اجازت و آسانی تھی، ان کے دروازہ پر نہ کوئی پہرہ تھا نہ روک ٹوک، ہر شخص ان سے مل کر اپنی شکایت اور مشکل پیش کر سکتا تھا، باریابی کی یہ آسانی وارزانی بھی بڑے لوگوں کو کھٹکتی تھی اور اس کو وہ اپنی حق تلفی سمجھتے تھے، منتقم گروہ کو شہر کے کبیدہ خاطر اکابر کی اخلاقی تائید حاصل ہو گئی اور انھوں نے ولید اور عثمان غنیؓ کے خلاف ایک محاذ بنا لیا، انھوں نے پروپیگنڈہ کرنا شروع کیا کہ ولید شراب پیتے ہیں۔ ایک دن یہ لوگ کوفہ کے بعض اکابر سے ملے جب وہ بڑی مسجد میں تھے اور کہا کہ اس وقت ولید اپنے ایک دوست کے ساتھ شراب نوشی میں مشغول ہے، ولید کا مکان بڑی مسجد سے بالکل متصل تھا، یہ اکابر بے درنگ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اچانک ولید کے کمرے میں داخل ہو گئے، ولید کے سامنے ایک پلیٹ تھی جو انھوں نے نو واردوں کو دیکھتے ہی چارپائی کے نیچے رکھ دی، ایک شخص نے جھک کر دیکھا تو پلیٹ میں انگور کے کچھ دانے رکھے تھے، ولید نے اس شرم سے کہ چند دانے مہمانوں کے سامنے کیا رکھیں، پلیٹ چھپا دی تھی، یہ تھی شراب نوشی کے الزام کی حقیقت! کچھ دن بعد منتقم گروہ نے سرکاری فقیہ عبداللہ بن مسعودؓ کے سامنے ولید کی شراب نوشی کا چرچا کیا تو انھوں نے کہا:۔
اگر کوئی شخص چھپ کر بُرا کام کرے تو ہمارے لئے مناسب نہیں کہ اس کو جا پکڑیں اور اس کا پردہ چاک کریں۔" ولید بن عقبہ کو ابن مسعود کے اس جواب کی خبر ہوئی تو اُنھوں نے موخرالذکر کو بلایا اور

کہا: ایک منتقم گروہ کے سامنے تم نے میرے بارے میں بے حد نامناسب گفتگو کی، میں چھپکر کیا کام کرتا ہوں، ایسی بات مشتبہ لوگوں کی نسبت کہی جاتی ہے" اس سرزنش سے عبداللہ بن مسعود بھی بگڑ گئے، کچھ دن بعد منتقم گروہ کے بعض افراد ولید کے کمرہ میں داخل ہوئے جہاں وہ سوئے ہوئے تھے اور اُن کی انگلی سے وہ انگوٹھی اُتار لی جس سے سرکاری مہر لگائی جاتی تھی، پھر ایک وفد لیکر عثمان غنیؓ کے پاس پہنچے اور کہا کہ ولید شراب خور ہے، یہ دیکھئے سرکاری مہر جب وہ مدہوش تھے ہم اُن کی انگلی سے اتار لائے، عثمان غنیؓ نے فوراً ولید کو طلب کیا، اُنھوں نے آکر اپنی صفائی پیش کی اور کہا کہ شکایت کرنیوالے اس وقت سے میرے دشمن ہوگئے ہیں جب سے میں نے ان کے لڑکوں کو موت کی سزا دی ہے، انھوں نے کوفہ میں محاذ بنالیا ہے جس کا مقصد حکومت اور حکام حکومت کے خلاف پروپگنڈا کرنا ہے، عثمان غنیؓ جو ولید کی سیرت سے واقف تھے اُن کو بے قصور سمجھتے تھے لیکن شراب نوشی کی شہادت فراہم ہوچکی تھی اور مدینہ کے چند بڑے صحابی جن کا دل عثمان غنیؓ اور ان کی حکومت کی طرف سے مکدّر تھا، مُصر تھے کہ سزا دی جائے، چنانچہ ولید کے کوڑے لگا کر ان کو معزول کر دیا گیا۔

عثمان غنیؓ نے ولید کی جگہ سعید بن عاص کو گورنر مقرر کیا، یہ سعید معزز اور کارگذار قریشی عرب تھے، فیاض اور سیرچشم، اس کمیٹی کے ممبر بھی رہ چکے تھے جو عثمان غنیؓ نے تدوین قرآن کے لئے مقرر کی تھی، جب سعید کوفہ کو روانہ ہونے لگے تو عثمان غنیؓ نے ان کو اکابر کوفہ کے نام یہ خط دیا:۔

"واضح ہو کہ میں نے ولید بن عقبہ کو جب وہ پختہ عقل اور حرص و آز سے پاک صاف ہو چکے تھے، آپ کا گورنر مقرر کیا تھا، اور اُن کو تاکید کر دی تھی کہ آپ کے ساتھ اچھی طرح پیش آئیں، لیکن آپ کو ان کے ساتھ اپنا طرز عمل درست رکھنے کی کوئی ہدایت نہیں کی تھی، جب آپ کو اُن کے ظاہر میں کوئی خرابی نظر نہ آئی تو آپ نے اُن کے باطن پر وار کیا، اب میں سعید بن عاص کو گورنر

بنا کر بھیج رہا ہوں، وہ اپنے خاندان میں سب سے زیادہ صالح آدمی ہیں میں آپ کو تاکید کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ کوئی بدعنوانی نہ کریں اور اپنے زیر اثر لوگوں سے بھی اس بات کی فہمائش کردیں۔"

(تاریخ الامم ۵/ ۶۰-۶۲ والعقد الفرید ۳/ ۹۱-۹۲)

۱۹- سعید بن عاص کے نام

کوفہ پہنچکر سعید بن عاص نے ایک بڑے مجمع کے سامنے تقریر کی جس میں وہاں کے فتنہ انگیز رجحانات کی مذمت کرتے ہوئے لوگوں کو خبردار کیا کہ باز آجائیں ورنہ اُن کے خلاف سخت کارروائی کی جائے گی، پھر انھوں نے شہر کے حالات کا جائزہ لینا شروع کیا، اس وقت کوفہ میں چار طبقے تھے، ایک طبقہ اُن پرانے مجاہدوں پر مشتمل تھا جن کی کوشش سے عراق فتح ہوا تھا اور جو ۱۴-۱۵ھ میں وہاں آباد ہوگئے تھے، اِن میں بہت سے صحابی تھے اور بہت سے خاندانی عرب۔ اس طبقہ کا شمار شہر کے اشراف میں ہوتا تھا دوسرا طبقہ ان عربوں کا تھا جو ۱۷ھ اور اس کے بعد فوج میں بھرتی ہوئے تھے اور ایران کی جنگوں میں حصہ لیکر کوفہ میں آباد ہوگئے تھے، ان کو رَوادِف کہتے تھے، تیسرا طبقہ پہلے کی اولاد پر مشتمل تھا جو اب جوان تھی اور جن میں نئی اُمنگوں کے علاوہ باپ دادا کی خدمات کا زعم بھی موجود تھا، چوتھا طبقہ موالی اور غلاموں کا تھا جو اپنے آقاؤں کے اشارہ پر چلتے تھے، حالات کا جائزہ لیکر سعید بن عاص اس نتیجہ پر پہنچے کہ شہر میں شوریدہ سری اور باغیانہ رجحانات پیدا کرنے میں دوسرے اور تیسرے طبقہ کو خاص دخل ہے، یہ دونوں طبقے شہر پر چھائے ہوئے تھے، تعداد بھی ان کی سب سے زیادہ تھی، محض اپنا فائدہ اُن کے پیش نظر تھا، جاہل تنگ نظر لوگ تھے خاندانی و قبائلی عصبیت میں سرشار، ذرا ذراسی بات پر مشتعل ہوجاتے اور تشدد و قانون شکنی پر اُتر آتے، اُن کے تمرد و من مانی کے سامنے پہلے طبقہ کے اکابر کی کم ہی چلتی تھی، سعید بن عاص نے مرکز کو ایک رپورٹ بھیجی جس

میں لکھا تھا کہ کوفہ میں سرکشی اور فتنہ پروری کی ہوا چلی ہوئی ہے، دوسرے اور تیسرے طبقہ کے لوگ سر اُٹھائے ہوئے ہیں اور شہر کے اشراف پر چھا گئے ہیں، عثمان غنیؓ نے جواب میں لکھا :

"حکومت میں سب سے زیادہ عزّت و منزلت پُرانے مجاہدوں کو ہے جن کے ہاتھوں عراق فتح ہوا، پھر اُن لوگوں کو جو بعد میں وہاں آباد ہوئے البتہ اگر مجاہدین اولین حکومت کے ساتھ اصلاحی کاموں میں تعاون نکریں اور دوسرے طبقہ کے لوگ اس کے لئے تیار رہوں تب مجاہدین اولین کو نظرانداز کیا جا سکتا ہے، بہرحال سب کے رتبہ کا خیال رکھو اور سب کے ساتھ انصاف سے پیش آؤ" (تاریخ الامم ۵/۶۳)

۲۰ - ۲۱ - سعید بن عاص کے نام

سعید بن عاص نے اپنی گورنری کوفہ کے زمانہ میں (۳۰ - ۳۵ھ) ایک شریف عرب خاندان میں شادی کی، یہ خاندان عیسائی تھا، اس کے کچھ ممبر مسلمان تھے اور کچھ عیسائی، لڑکی کا بھائی مسلمان تھا، لیکن باپ جس کا نام فرافِصہ تھا اپنے آبائی مذہب پر قائم رہا، عثمان غنیؓ کو اس شادی کا حال معلوم ہوا اور یہ بھی کہ لڑکی میں حُسنِ صوری کے ساتھ سیرت کی بھی بہت سی خوبیاں ہیں۔ ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اگر اس کی کوئی بہن ہو تو خود اس سے شادی کرلیں، اس وقت اُن کی عمر ستر سے متجاوز تھی لیکن تھے بڑے مالدار اور خوش خورو خوش پوش، ان کی تین بیویاں زندہ تھیں چوتھی بیوی کی گنجائش باقی تھی، عربی سماج میں جیسا کہ ہم کسی دوسرے موقع پر لکھ چکے ہیں تعددِ ازواج کا عام رواج تھا، اس کے طبعی اور اقتصادی اسباب تھے، محض جنسی ہوس اس کی وجہ نہ تھی، عرب ایک قحط زدہ اور زیادہ تر بنجر ملک تھا اور اب بھی ہے، جہاں بقائے حیات کے لئے اکثر غارت گری اور جنگ و قتال کا سہارا لینا پڑتا تھا، جنگ و

قتال میں صرف مرد شریک ہوتے اور وہ ہی مارے بھی جاتے، اس لئے عورتوں کی تعداد ہمیشہ مردوں سے زیادہ رہتی۔ اور چونکہ عورتیں مردوں کے سہارے جیتیں، ایک ایک مرد کو کئی کئی عورتوں کا کفیل ہونا پڑتا، عرب معاشرہ میں کثیر الازواج لوگ عزّت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے۔ کیونکہ کثرتِ ازواج کے معنیٰ تھے معاشی آسودگی جو چند خوش نصیبوں کو ہی میسّر ہوتی تھی، عثمان غنیؓ نے سعیدؓ کو یہ مراسلہ بھیجا:۔

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم نے قبیلہ کلب کی ایک عورت سے شادی کی ہے، مجھ کو لکھو اس کا حسب نسب کیا ہے اور اس کا حسن و جمال کس پایہ کا ہے۔"

سعید بن عاص کا جواب پاکر عثمان غنیؓ نے شادی کا ارادہ پکا کر لیا اور سعید کو لکھا:۔

"اگر اس لڑکی کی کوئی بہن ہو تو اس سے میری شادی کرادو"

سعید بن عاص کی تحریک پر فرافصہ اپنی لڑکی نائلہ کی عثمان غنیؓ سے شادی کرنے کو تیار ہوگیا۔ شادی ہوگئی، نائلہ جیسا کہ توقع تھی اچھی بیوی ثابت ہوئیں، شادی کے چوتھے یا پانچویں سال جس وقت عثمان غنیؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو یہ نائلہ ہی تھیں، جنھوں نے اپنی جان کی بازی لگادی اور شوہر پر جھک کر اپنا ہاتھ بڑھا کر تلوار کا وار روکا اور اس کوشش میں دو انگلیاں قربان کر دیں، عدّت کے بعد بہت دن تک امیر معاویہ ان سے شادی کرنے کے خواہشمند رہے اور اُن کی طرف سے برابر تحریک و ترغیب کا سلسلہ جاری رہا لیکن نائلہ ساری عمر بیوہ رہنے کا تہیّہ کئے ہوئے تھیں، جب امیر معاویہ کا اصرار ختم نہ ہوا تو انھوں نے اپنے اگلے دو دانت توڑ کر اُن کے پاس بھیجدیئے ۔

(اغانی ۱۵/۷۰، ۷۱، وکتاب المجر محمد بن حبیب حیدرآباد ہند ۱۹۴۲ء ص ۳۹۶)